بسم اللہ الرحمن الرحیم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

جلد ۱۷ — نمبر ۹۵

الفضل قادیان

ہفتہ میں چار بار

ایڈیٹر غلام نبی

مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۳۰ء

ناظرین "الفضل" کو عید مبارک

گاندھی جی کی گرفتاری

قانون نمک کی خلاف ورزی کی مہم شروع کرنے پر حکومت نے گاندھی جی کے متعلق صبر و تحمل کی جو حکمت عملی اختیار کی۔ ۵ مئی کو اس کا خاتمہ ہوگیا۔ اور آخر گورنمنٹ کو وہی کرنا پڑا۔ جس سے بچنے کے لئے وہ انتہائی کوشش کرتی رہی +

اس میں شک نہیں۔ کہ سول نافرمانی کی یہ مہم اسی قسم کی گذشتہ تحریکوں سے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئی اور عدم تشدد کے اعلان کے باوجود افسوسناک متشددانہ افعال کا موجب بن گئی۔ جس میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس وجہ سے گورنمنٹ کو اس تحریک کے بانی اور اسے نشو و نما دینے والے کی سرگرمیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے انتہائی قدم اٹھانا پڑا ہے۔ لیکن یہ بات بے حد استعجاب کا موجب ہو رہی ہے۔ کہ گاندھی جی کو ایک صدی پہلے کے فرسودہ اور فراموش شدہ ریگولیشن کے ماتحت کیوں گرفتار کیا گیا ہے۔ اور کیوں گورنمنٹ کو اس زمانہ کے قانون کی پناہ لینا پڑی۔ جو موجودہ زمانہ سے زمین و آسمان کا فرق رکھتا ہے۔ اس وقت اگر گورنمنٹ نے کوئی ایسا قانون نافذ کیا۔ جو ابتدائی حالت ہونے کی وجہ سے ضروری سمجھا گیا تھا۔ تو اب جبکہ نہ تو گورنمنٹ اس وقت کی گورنمنٹ کی پوزیشن میں ہے۔ اور نہ اہل ملک کی وہ حالت ہے۔ ایک ایسے انسان سے ۱۸۲۷ء کے ریگولیشن کے ماتحت سلوک کرنا جو ملک میں خاص اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ نہایت ہی حیرت انگیز ہے اور اہل ہند کے دلوں میں یہ جائز خطرہ پیدا کرتا ہے۔ کہ گورنمنٹ نے کسی حالت میں کبھی جو قانون بنایا خواہ حالات میں کس قدر انقلاب واقع ہو جائے اور اہل ملک کی حالت میں کتنا تغیر آجائے۔ گورنمنٹ اس رکھے رکھائے قانون کو نافذ کر سکتی ہے +

گاندھی جی کو جس وارنٹ کی بناء پر گرفتار کیا گیا۔ وہ یہ ہے:-

"چونکہ حکومت مسٹر ایم کے گاندھی کی سرگرمیوں کو خطرہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس لئے حکم دیتی ہے کہ ان کو ریگولیشن ۲۵ سنہ ۱۸۲۷ء کے ماتحت اس وقت تک نظر بند رکھا جائے۔ جب تک حکومت کی مرضی ہو۔ اور انہیں فی الفور یرودا سنٹرل جیل میں بھیج دیا جائے"

جب کوئی حکومت نئی نئی قائم ہو۔ اس کے قوانین و ضوابط مکمل نہ ہوئے ہوں۔ اس میں اور اہل ملک میں بیگانگت پائی جاتی ہو۔ اس وقت اگر کوئی اس قسم کا قانون نافذ کیا جائے۔ جس کے رو سے بغیر کوئی جرم بتائے۔ اور بغیر مقدمہ چلائے جب تک حکومت کی مرضی ہو۔ کسی کو جیل میں ڈالے رکھے۔ تو اور بات ہے۔ لیکن ایک لمبا عرصہ حکومت کرنے اور ضبط و انتظام کے لئے کئی قسم کے قوانین جاری کرنے کے باوجود ایک صدی قبل کے قانون کی پناہ لینا کسی صورت میں بھی روا نہیں بلکہ لوگوں کے بھرے ہوئے جذبات کو اور زیادہ بھڑکانے کا موجب بن سکتا ہے۔ حتیٰ کہ جو لوگ گاندھی جی کی تحریک میں شامل نہیں۔ اسے ملک کے لئے سخت خطرناک [illegible] ہیں۔ اور گورنمنٹ کے [illegible] کا مقابلہ کرنے میں حق بجانب سمجھتے ہیں۔ وہ بھی تشویش کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے +

گورنمنٹ کو چاہئیے تھا۔ کہ گاندھی جی پر باقاعدہ مقدمہ چلاتی۔ ان پر جو الزام لگایا گیا۔ اسے پایہ ثبوت کو پہنچاتی اور پھر جو مناسب ہوتا۔ کرتی۔ نہ کہ یوں ہی بغیر کچھ بتائے نظر بند کر دیتی۔ اور وہ بھی ایک صدی قبل کے ریگولیشن کے ماتحت +

حکومت کے اپنے مفاد اور ملک کی حالت کے لحاظ سے یہی مناسب تھا۔ اگر باقاعدہ مقدمہ چلایا جاتا۔ ایسا مقدمہ جلد سے جلد ختم کیا جا سکتا تھا۔ اور اس کا جو نتیجہ ہوتا۔ وہ گاندھی جی کی سرگرمیوں اور ان کی تحریک کے نتائج کے لحاظ سے کسی کے لئے موجب حیرت نہ ہوتا +

قاضی محمد علی صاحب کی تصویر

چونکہ اکثر اصحاب نے قاضی محمد علی صاحب کی شکل سے متعارف ہونے کا اشتیاق ظاہر کیا ہے اس لئے کوشش کی گئی ہے۔ کہ ان کی حال کی تصویر شائع کی جائے۔ اس غرض سے فوٹو حاصل کر لیا گیا ہے۔ اور انشاء اللہ جلد بلاک بنوا کر اخبار میں تصویر شائع کر دی جائے گی جسے اخبار سے نکال کر علیحدہ رکھا جا سکیگا۔ جو اصحاب تصویر حاصل کرنا چاہیں انہیں اس پرچہ کی خریداری کے لئے ابھی سے اطلاع دے دینی چاہئیے۔ قیمت دو پیسے فی پرچہ ہوگی۔ مختلف مقامات کے احمدی اصحاب اپنے اپنے ہاں اس پرچہ کی اشاعت کا اندازہ لگا کر تعداد سے جلد مطلع فرمائیں۔ تاکہ بعد میں کسی کو تصویر حاصل نہ کر سکنے پر افسوس نہ کرنا پڑے +

جمعیۃ العلماء کا افسوسناک فیصلہ

جمعیۃ العلماء جو ایک ہی طرز کے چند علماء کی انجمن ہے اور جس کے طرز عمل سے بیزار ہو کر کچھ علماء نے اپنی علیحدہ انجمن بنالی ہے۔ اپنے امروہہ کے اجلاس میں ایک نہایت ہی افسوسناک فیصلہ کیا ہے۔ جس کے رو سے نہ صرف مسلمانوں کو کانگریس کی موجودہ سرگرمیوں میں شامل ہونے کی عام تلقین کی ہے۔ بلکہ یہ قرار دیا ہے کہ "تمام مسلمانوں کو مذہباً نیشنل کانگرس میں شریک ہونا چاہئیے" سمجھ میں نہیں آتا۔ مذہب کو کیوں اس طرح بازیچۂ طفلاں بنایا جارہا ہے۔ کہ جو جی میں آتا ہے۔ اسے مذہب کا جزو قرار دیدیا جاتا ہے۔ بحالیکہ اس پر عمل کرنے کی خود علماء کو بھی جرأت نہیں ہوتی۔ کانگریس کے موجودہ رویہ کے لحاظ سے اس میں شریک ہونا سخت نقصان رساں ہے اور اسلام کبھی ایسے کام میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ مف

امریکہ میں تبلیغ اسلام

کامیاب لیکچرز ۔ ۱۸ اصحاب کا قبول اسلام

ماہ جنوری و فروری میں سخت سردی و شدت کی برف باری کی وجہ سے لیکچروں کا سلسلہ تقریباً بند رہا۔ دو ماہ میں صرف دو تقریریں کرنے کا موقعہ ملا۔ ماہ مارچ میں موسم بدل گیا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے لیکچروں کی بہت کثرت و مصروفیت حد سے زیادہ رہی۔ ایک طرف تو میں نے اپنا ہفتہ وار جلسہ شروع کر دیا۔ دوسری طرف مختلف سوسائٹیوں کی طرف سے تقریروں کے لئے بہت سی درخواستیں آئیں۔ اس مختصر رپورٹ میں لیکچروں کی تفصیل لکھنا تو ناممکن ہے۔ البتہ بعض دلچسپ واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ایک یونیورسٹی میں تقریر

میں نے ایک یونیورسٹی میں تقریر کی۔ تقریر کرانے والوں کی خواہش کے مطابق اسلام و عیسائیت کا مقابلہ کیا۔ اور سلسلۂ عالیہ احمدیہ کی خصوصیات بھی بیان کیں۔ یہ تقریر بہت پسند کی گئی۔ اور بعض نے کھلے الفاظ میں اقرار کیا۔ کہ آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس سے ہمیں پورا اتفاق ہے۔ ایک صاحب فرمانے لگے۔ آپ نے اپنی تقریر میں ایک بات ایسی بیان کی ہے۔ جس کی کثرت سے اشاعت ہونی چاہیئے۔ اور آپ اپنی تقاریر میں اس بات پر بہت زور دیا کریں۔ کہ "دنیا میں آئندہ بھی نبی و مصلح آتے رہینگے"۔

شراب کے خلاف اسلام کی تعلیم

میں نے ایک ایسی سوسائٹی میں تقریر کی جس کے افراد کا یہ فرض ہے۔ کہ شراب نوشی کی مخالفت کریں۔ میں نے جب یہ بیان کیا۔ کہ اسلام نے شراب کے خلاف آواز اٹھائی۔ اور پوری طرح سے شراب کا استیصال کیا۔ شراب کی ممانعت کی آیۃ کے نزول کا واقعہ بیان کیا۔ تو سب لوگ بے تحاشا تالیاں پیٹنے لگے اور بے حد خوشی کا اظہار کیا۔

دو عظیم الشان اجتماعوں میں تقریریں

دو اور لیکچرز نہایت ہی عظیم الشان مجمعوں میں ہوئے ہیں۔ ان میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے مذہب پر تقریریں کیں۔ میری ایک تقریر میں سامعین کی تعداد پانچ صد سے زائد تھی۔ اور دوسری میں تقریباً تین ہزار۔ پہلی تقریر کے بعد Cinema Talking picture والوں نے تمام لیکچراروں کی تصویر لی۔ اور ہر ایک مقرر سے دو دو فقرے کہلوائے۔ میں نے اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ عربی میں پڑھ کر انگریزی میں ترجمہ کیا۔ امریکہ کے طول و عرض میں Talking Cinema میں یہ تصویر دکھائی جائے گی۔ اور یہ دو مقدس فقرے سنائے جائیں گے۔ دوسرا لیکچر Broad cast ہوا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے دو عظیم الشان مواقع پیدا کئے۔ جن میں توحید کی آواز بلند کرنے کی توفیق ملی۔ ہر دو لیکچرز کا اثر خدا تعالیٰ نے بہت اچھا پیدا کیا۔

بالعموم تقریروں کے بعد میں سوال و جواب کا موقعہ دیتا ہوں۔ لوگ سوال کرتے ہیں جن کے تسلی بخش جواب دئے جاتے ہیں۔ ان تمام تقریروں کی اخبارات میں اشاعت ہوتی ہے۔ اپنے ہفتہ وار جلسہ کے متعلق بھی یہاں کے دو با اثر اخباروں میں اعلان ہوتا ہے۔ جس کا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ جو لوگ تقریر میں نہیں آسکتے۔ وہ پرائیویٹ طور پر آکر ملاقات کرتے ہیں۔

تبلیغی ٹریکٹ

میں نے ایک چھوٹا سا چار صفحے کا ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ جس کے ایک صفحہ میں اسلام کے موٹے موٹے عقائد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ایک صفحہ میں لیکچروں کا پروگرام شائع کیا ہے۔ یہ ٹریکٹ تین ہزار شائع کیا گیا ہے۔

عرصہ زیر رپورٹ میں ایک دلچسپ واقعہ یہ بھی ہوا۔ کہ ایک مصور مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ اور کہنے لگے۔ مجھے تین ایسے مشرقی اصحاب کی تصویر کی ضرورت ہے۔ جو باریش ہوں۔ آپ اگر اجازت دیں۔ تو میں آپ کی تصویر کھینچ لوں۔ چنانچہ انہوں نے میری تصویر لی۔ اور پانچ ڈالرز نذرانہ بھی دے گئے۔

تبلیغی سفر

عرصہ زیر رپورٹ میں میں نے ایک چھوٹا سا سفر کیا۔ میں Indian apolis گیا۔ وہاں کی چھوٹی سی مخلص جماعت تبلیغ اسلام میں بہت مصروف رہتی ہے۔ اور میرے جانے سے اسے بہت تقویت ہوتی ہے۔ میں نے وہاں تین یوم قیام کیا۔ ہر ایک نومسلم کے گھر گیا۔ اور رات کو ہر روز ان کو اکٹھا کر کے وعظ کرتا رہا۔ ہر ایک کو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنایا۔ کہ ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ وہ سال میں ایک آدمی کو مسلم بنانے کی کوشش کرے۔ سب نے یہ پیغام سن کر بہت خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ اور مجھ سے اس ارشاد کی تعمیل کا عہد کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایفا کی توفیق عطا کرے۔

لٹریچر کی اشاعت

عرصہ زیر رپورٹ میں کتب سلسلہ کی بھی خوب مانگ رہی۔ اور مجھے دارالامان قرآن کریم و اسلامی طریق عبادت کے لئے تار دینا پڑا۔

قبول اسلام

اس عرصہ میں ۱۸ اصحاب داخل اسلام ہوئے جو Detroit, chicago, Indianapolis اور Hollywood کے رہنے والے ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ اللھم زد فزد۔

درخواست دعاء

گزشتہ دو ماہ میں سخت بیمار ہو کر صاحب فراش رہا۔ مخلصین سلسلہ سے باادب ملتمس ہوں۔ کہ میری صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ اکیلے کام کرنا ہوتا ہے۔ صحت خراب ہو۔ تو کام کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہ بھی دعا کی جائے۔ کہ مولےٰ کریم خود کفیل ہو کر غیبی تائید و نصرت سے مجھ ناچیز کو خدمت اسلام میں وہ حقیقی کامیابی عطا کرے۔ جو اس کے نزدیک کامیابی ہے۔ اور اس تثلیث کے مرکز میں اسلام کا بول بالا کرے۔ آمین

خاکسار مطیع الرحمٰن ایم۔ اے

اخبار "تازیانہ" کی شرافت

معزز معاصر "تازیانہ" نے جس جرأت اور شرافت سے اس فتنہ کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ جو بعض بد اندیش اور کوتاہ بین افراد جماعت احمدیہ کے خلاف برپا کر کے مسلمانوں کو ایک بہت خطرناک جنگ میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر مسلمانوں کے قومی اور مذہبی مفاد کی حفاظت کرنے والے ایسے چند ہی اخبار ہوں۔ تو مسلمانوں کو اندرونی جھگڑوں سے باز رکھ کر ترقی کی طرف قدم بڑھانے کے لئے بہت عمدگی سے تیار کر سکتے ہیں۔

معاصر موصوف نے ۳۰ اپریل کے پرچہ میں مذکورہ بالا فتنہ کے متعلق ایک تفصیلی مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں ایک طرف تو مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ اس نہایت نازک دور میں ایک دوسرے کی تخریب اور تباہی میں مصروف نہ ہوں۔ بلکہ اندرونی فتنوں سے بچ کر ایک ہو جائیں۔ تا وہ زندہ رہ سکیں۔ اور دوسری طرف مختصر طور پر فتنہ مباہلہ کی حقیقت ظاہر کی ہے۔ جس سے ہر ایک شریف اور انصاف پسند انسان بآسانی معلوم کر سکتا ہے۔ کہ یہ ساری شورش ایسے لوگوں کی برپا کی ہوئی ہے جنہیں ان کے بُرے اور غیر مومنانہ رویہ کی وجہ سے جماعت سے الگ کر دیا گیا۔ حق پسند اصحاب میں اس مضمون کی اشاعت بہت موثر اور مفید ہو سکتی ہے۔ جو احباب یہ پرچہ حاصل کرنا چاہیں۔ وہ بواپسی ایڈیٹر الفضل کو لکھیں۔ اور یہ بھی تشریح کر دیں۔ کہ انہیں تقسیم کرنے کے لئے کس قدر پرچوں کی ضرورت ہے۔

الفضل مفت

"الفضل" کے کچھ پرچے بعض لائبریریوں دار المطالعوں اور مساجد میں مفت جاری کرنے کے لئے ایک صاحب نے کچھ رقم بھجوائی ہے۔ احباب جلد ایسے پتے ایڈیٹر الفضل کو لکھدیں تاکہ جلد سے جلد اخبار جاری کر دیا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۹۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ مئی سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ـــ ھُوَالنَّاصِرُ

مختصر تبصرہ نہرو کمیٹی کی تتمۂ رپورٹ پر

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کے قلم سے

نہرو کمیٹی نے میرے تبصرے کی اشاعت کے بعد اپنی رپورٹ کا ایک تتمہ لکھا ہے۔ اور اس میں اپنی پہلی پیش کردہ تجاویز میں بعض اصلاحیں کی ہیں۔ میرے نزدیک گو اس اصلاح کے باوجود میرا تبصرہ بہت ہی کم تغیر کا محتاج ہے۔ لیکن چونکہ ممکن ہے۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال گذرے۔ کہ شاید میری تنقید کے بعض حصے تتمہ رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد غیر ضروری ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں اختصار کے ساتھ اس اصلاح کے ان حصوں کے متعلق جو مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں ۔

تعلیم کے متعلق اصلاح

پلیمنٹری رپورٹ کے عنوان اصولی حقوق (fundamental rights) کے مادہ نمبر ۴ کے حصہ نمبر ۵ میں تعلیم کے متعلق ایک اصلاح کی گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ "جہاں جہاں اقلیتوں کی معقول تعداد ہوگی۔ وہاں ان کی زبان اور انہی کی تحریر میں تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے گا"۔

یہ اصلاح بے شک ایک مفید اصلاح ہے۔ لیکن اس کے الفاظ نہایت ہی مبہم ہیں۔ اور بالکل ممکن ہے۔ کہ اس اصلاح کے باوجود مسلمان بہت سے صوبوں میں اپنی زبان میں تعلیم پانے سے محروم رہ جائیں۔ اگر یورپ کی بعد از جنگ پیدا ہونے والی ریاستوں کے قوانین کے مطابق معقول تعداد کی کوئی تشریح کر دی جاتی۔ تو مسلمان اس سے تسلی پا سکتے تھے۔ معقول کا لفظ اتنا مبہم ہے۔ کہ بالکل ممکن ہے۔ کہ کسی جگہ کے مسلمان بھی اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اور صرف پنجاب کے سکھ اور ہندو ہی اس سے نفع حاصل کر سکیں ۔

اجارہ زمین کے متعلق قانون

اسی عنوان کے حصہ ستره میں ایک زیادتی کی گئی ہے۔ اور میرے نزدیک وہ زیادتی بجائے مفید ہونے کے مسلمانوں کے لئے مضر ہو سکتی ہے۔ وہ زیادتی یہ ہے ۔

"پارلیمنٹ ایسے بھی قوانین بنائے گی۔ کہ جن کے ذریعہ سے کسان کو اجارہ دائمی حاصل ہو جائے گا۔ اور مناسب شرح لگان مقرر ہو جائے گی"۔

اول تو جہاں تک میں خیال کرتا ہوں۔ ایسے قانون کا بنانا سنٹرل گورنمنٹ کے دائرہ عمل سے باہر ہے۔ کیونکہ جن امور کے متعلق مرکزی حکومت کو قوانین بنانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور جو نہرو رپورٹ کے شڈول نمبر ۱ Schedule no. 1 کے عنوان کے نیچے درج ہیں۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت کو زمیندار اور کسان کے باہمی حقوق کے متعلق کوئی قانون بنانے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ یہ اختیارات مقامی حکومتوں کے سپرد ہیں۔ قطع نظر اس کے یہ سوال اپنی ذات میں بھی ایسا ہے۔ کہ سارے ہندوستان کے لئے اس کا حل بالکل ناممکن ہے۔ اور جو حکومت اس کے لئے عام قانون بنائے گی۔ وہ ضرور ملک کو سخت نقصان پہونچائے گی۔ پس میرے نزدیک اس سوال کے حل کو صوبہ جات پر ہی چھوڑنا چاہیئے۔ ورنہ چونکہ مسلمان اپنی نسبت آبادی کے لحاظ سے زمیندارہ کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اس قانون سے بہت نقصان اٹھا سکتے ہیں ۔

حکومت کی زبان

دوسرا تغیر جس کے متعلق میں کچھ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ زبان کے عنوان کے نیچے مادہ چار الف کے حصہ اول میں یوں بیان کیا گیا ہے :-

"حکومت کی زبان ہندوستانی ہوگی۔ خواہ وہ ناگری میں یا اردو میں لکھی جائے"۔

یہ "خواہ" کا لفظ ایسا مشکوک ہے۔ کہ بالکل ممکن ہے۔ سرکاری رپورٹیں ساری کی ساری ناگری میں ہی شائع ہوتی رہیں۔ اور اس طرح اردو کی ترقی کو نقصان پہونچا دیا جائے۔ اور یہ لازمی بات ہے، کہ اگر سرکاری طور پر ناگری حروف کو رائج کیا گیا۔ تو آہستہ آہستہ عربی اور فارسی کے حروف زبان سے نکل کر موجودہ اردو کی بجائے ہندی بھاشہ ہی کا نام اردو ہو جائے گا۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ ناگری کے حروف عربی اور فارسی کے الفاظ کے پوری طرح متحمل نہیں ہو سکتے۔ پس لازماً آہستہ آہستہ ایسے الفاظ متروک ہوتے چلے جائیں گے۔ اور صرف بھاشا ہی کے الفاظ رہ جائیں گے جن کی کہ ناگری زبان پوری طرح متحمل ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک یہ زیادتی مسلمانوں کے لئے ہرگز نفع رساں نہیں۔ بلکہ اس کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے ۔

صوبجاتی حکومتوں پر مرکزی حکومت کا قبضہ

تیسرا پارلیمنٹ کے عنوان کے نیچے مادہ نمبر ۱۳ - الف میں ایک اور جزو بڑھایا گیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :-

"اشد ضرورتوں کے وقت اور ایسے معاملات میں جو کہ دو صوبوں کے درمیان ہوں۔ ہر قسم کی طاقتیں حاصل ہونگی۔ حتیٰ کہ یہ اختیار بھی حاصل ہوگا۔ کہ وہ کسی صوبے کی گورنمنٹ کے قانونی یا انتظامی فیصلوں کو موقوف کر دے۔ یا معرض التوا میں ڈال دے"۔

(ب) "عدالت اعلیٰ کو ایسے معاملات میں جن کا فیصلہ پارلیمنٹ یا مرکزی حکومت نے اور کے قانون کے دیئے ہوئے اختیارات کے ماتحت کیا ہو۔ دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہوگا"۔

یہ قاعدہ بھی نہایت ہی خطرناک ہے۔ اس قاعدہ کے ابتدائی الفاظ کہ اشد ضرورت کے وقت حکومت اختیاری کو صوبہ جات کی حکومتوں کے قانون کو بدلنے کا حق حاصل ہوگا۔ یہ صوبہ جات کی حکومت کو بالکل فضول اور لغو کر دیتے ہیں۔ بقیہ حصہ قانون کا بے شک اگر قانونی زبان میں اور ایسے الفاظ میں رکھا جائے کہ اس کے الفاظ کی کئی تاویلات نہ ہو سکیں۔ تو بے شک مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن پہلا حصہ نہایت ہی خطرناک ہے۔ اور اس کی موجودگی میں مرکزی حکومت جس میں ہندوؤں کی کثرت ہوگی ہر وقت مسلمانوں کی کثرت والے صوبوں میں دخل اندازی کر کے نقصان

ہو سکتی ہے۔ پس میرے نزدیک "اشد ضرورت کے وقت" کے الفاظ اڑا دینے چاہئیں۔ اور باقی حصے کے الفاظ یوں کر دینے چاہئیں۔ کہ کسی صوبے کی حکومت کو کوئی ایسا قانون بنانے کا اختیار نہیں ہوگا۔ جو دوسرے حصے کی حکومت یا اس کے افراد پر براہ راست اثر انداز ہو۔ اگر کسی صوبے کی حکومت کوئی ایسا قانون بنائے گی۔ تو مرکزی حکومت کو ایسے قانون کو منسوخ کرنے یا معرض التواء میں ڈال دینے کا پُورا اختیار ہوگا۔

(ب) اگر اس صوبے کی گورنمنٹ کو جس کے قانون کو منسوخ کیا گیا ہو۔ مرکزی حکومت کے فیصلے کے خلاف غیر منصفانہ ہونے کا احتمال ہو۔ تو اُسے حق ہوگا۔ کہ وُہ عدالت عالیہ میں اس کے خلاف اپیل کرے۔

صُوبوں کے گورنروں کا تقرر

چوتھا تغیر صوبجاتی مجالس واضع قوانین کے عنوان کے نیچے مادہ نمبر ۲۹۔ میں کیا گیا ہے۔ اور وُہ یہ ہے۔ کہ نہرو رپورٹ میں صوبجاتی گورنروں کا تقرر شہنشاہ معظم کے ہاتھ میں رکھا گیا تھا لیکن اب تتمہ میں یہ اختیار گورنر جنرل اِن کونسل کو دے دیا گیا ہے یہ تغیر نہایت ہی خطرناک ہے۔ اس کے ذریعے سے مرکزی حکومت نے صوبجاتی حکومتوں پر پورے طور پر تصرف کر لیا ہے۔ گورنروں کا تقرر براہ راست ملک معظم کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ اور موجودہ پریزیڈنسی گورنروں کی طرح گورنر جنرل کے مشورہ کا بھی اس میں کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے۔

نئے صُوبوں کی تجویز

پانچواں تغیر مادہ نمبر ۷۲ کے جزو ۶ میں کیا گیا ہے۔ اس تغیر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پانچ نئے صوبوں کے بنانے کی سفارش کی گئی ہے۔ جن میں ہندو میجارٹی ہوگی۔ اس تغیر پر اصولاً اعتراض کرنے کا ہم کو حق حاصل نہیں۔ لیکن اس تغیر سے ہم اتنا ضرور سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس کمیٹی کے ممبروں کے دماغ پر ہر وقت یہ بات غالب رہتی ہے۔ کہ انفرادی لحاظ سے بھی اور صوبجاتی لحاظ سے بھی ہندو عنصر مسلمان عنصر پر غالب رہنا چاہیئے۔

قانون کا بدلنا

چھٹا تغیر مادہ نمبر ۸۷ میں کیا گیا ہے۔ جو یہ ہے:۔

"قانون اساسی کے بدلنے کے لئے حاضر الوقت ممبروں کے ⅔ ممبروں کا اتفاق ضروری ہوگا۔ اصل رپورٹ میں ⅘ کے اتفاق کی شرط لگائی گئی تھی"

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس تغیر کی وجہ سے یہ قانون پہلے سے بہت اچھا ہوگیا ہے۔ لیکن پھر بھی اقلیتوں کے حقوق کی اس سے پُوری طرح نگہداشت نہیں ہوتی۔ قانون اساسی کے بدلنے کے لئے یہ ضروری ہونا چاہیئے۔ کہ کل منتخب شدہ ممبروں کی تعداد سے ⅘ حصہ کے اتفاق سے اس میں تغیر کیا جائے۔ نہ کہ حاضر الوقت ممبروں میں سے ⅔ کے اتفاق سے۔ کیونکہ بالکل ممکن ہے کہ کسی وقت کسی اختلاف کی وجہ سے ایک حصہ ممبروں کا اسی طرح عدم تعاون میں مشغول ہو جس طرح آج کانگریسی لوگ مشغول ہیں۔ اور اس سے فائدہ اٹھا کر کثیر التعداد جماعت اپنے مطلب کے مطابق قانون اساسی میں تغیر کرے۔ حاضر الوقت ممبروں میں سے ⅔ کے اتفاق کے ساتھ قانون اساسی کا بدل جانا اس قانون کو نہایت ہی بودی بنیادوں پر قائم کر دیتا ہے۔

فرقہ وارانہ انتخاب

ساتواں تغیر فرقہ وارانہ انتخاب کے عنوان کے نیچے مادہ ۳ کے حصہ الف کے نیچے کیا گیا ہے۔ اور اس میں یہ الفاظ بڑھائے گئے ہیں:۔

"پنجاب اور بنگال میں کسی قوم کی نشستیں محفوظ نہیں کی جائینگی مگر یہ شرط ہوگی۔ کہ فرقہ وارانہ انتخاب کا سوال اگر کسی قوم نے اٹھایا تو دس سال کے تجربے کے بعد پھر دوبارہ زیر بحث آسکیگا"

یہ زیادتی بالکل بے معنی زیادتی ہے۔ نیابتی حکومت میں بہرحال کثرت رائے کا فیصلہ جاری ہوگا۔ اس قانون میں اقلیتوں کو بالکل یہ حق نہیں دیا گیا۔ کہ اگر وہ اصرار کریں۔ تو دس سال کے بعد انہیں محفوظ نشستوں کا حق دیدیا جائیگا۔ بلکہ صرف یہ ہے۔ کہ یہ سوال پھر زیر بحث آسکتا ہے۔ زیر بحث آنے کے بعد اگر مرکزی حکومت کی ہندو میجارٹی یہ فیصلہ کرے گی۔ کہ اس قانون میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ تو نہرو کمیٹی کے ممبر ہمیں سمجھائیں۔ کہ مسلمانوں کے لئے اپنے حقوق کے واپس لینے کا کونسا رستہ کھلا ہوگا۔ پس یہ زیادتی بالکل دھوکا دینے والی ہے۔ اور لفظی فریب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

آٹھواں تغیر اصل فرقہ وارانہ عنوان کے نیچے ساتویں مادے میں کیا گیا ہے۔ اس مادے کے الفاظ یہ تھے:۔

"جس جس جگہ پر بعض قوموں کے لئے نشستوں کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ان مقامات پر صرف دس سال کے لئے یہ قانون جاری ہوگا"

اس میں اب یہ زیادتی کی گئی ہے۔ کہ بایں شرط کہ یہ سوال اس عرصے کے گذرنے کے بعد پھر زیر غور آسکتا ہے۔ اگر کوئی قوم اس کا مطالبہ کرے۔

یہ زیادتی بھی بالکل بے معنی ہے۔ "زیر غور آسکتا ہے" میں کوئی معین پالیسی ظاہر نہیں ہوتی۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ جس اقلیت کو محفوظ نشستوں کا زیادہ تر حق دیا گیا ہے۔ وُہ مسلمان ہی ہیں۔ اگر یہ قانون مفید ہے۔ تو یہ صاف بات ہے۔ کہ مسلمان اس کے تغیر کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ جب بھی اس تغیر کا مطالبہ کرینگے۔ ہندو ہی کرینگے ان حالات میں دوسرے الفاظ میں زیادتی یوں کی گئی ہے۔ کہ اگر دس سال کے گذرنے کے بعد ہندو لوگ یہ مطالبہ کرینگے۔ کہ مسلمانوں کو یہ حق نہیں ملنا چاہیئے۔ تو اس سوال پر دوبارہ غور کیا جائے گی۔ یہ بات تو ظاہر ہے۔ کہ یہ غور مرکزی حکومت میں ہی ہوگا۔ جہاں ہندو اکثریت ہوگی۔ پس وُہ فیصلہ جو مرکزی حکومت کرے گی۔ اس کا بھی ابھی سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

اس مختصر تنقید کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو تغیرات نہرو کمیٹی نے تجویز کئے ہیں۔ ان میں فائدے کی باتیں بہت کم اور نقصان کی باتیں بہت زیادہ ہیں۔ اگر کوئی بات میں اس کمیٹی کے حق میں کہہ سکتا ہوں۔ تو صرف یہ کہ یہ کمیٹی ایسے الفاظ کے استعمال کرنے میں بڑی ماہر ہے۔ جو ظاہر میں اور معنے رکھتے ہوں۔ اور باطن میں اور۔ مگر یہ توصیف قابل تعریف توصیف نہیں۔

مسلمانوں اور انگریزوں سے اپیل

آخر میں میں پھر مسلمان پبلک اور اپنے ماورا ءالبحر کے رہنے والے انگریز بھائیوں سے یہ اپیل کروں گا۔ کہ وہ اس رپورٹ کو سمجھے بغیر اس کی تائید نہ کریں۔ انگریزوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان کی قوم بے شک اس وقت ہندوستان کی حاکم ہے۔ لیکن وُہ اس کی مالک نہیں ہے۔ وُہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کا غلام بنا دینے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ وُہ قوم جو غلامی کو مٹانے کے لئے اس قدر دعویدار ہے۔ وُہ آئندہ نسلوں کی نظر سے ہمیشہ کے لئے گر جائے گی۔ اگر وُہ اس آزادی کے زمانے میں آٹھ کروڑ مسلمانوں کو ایک قلم کی جنبش سے ایک ایسی قوم کا غلام بنانے کا فیصلہ کر دے گی جس نے اپنے غلاموں کے ساتھ دنیا کی تمام اقوام سے بدتر سلوک کیا ہے۔ ہر ایک قوم کے غلام تھوڑے یا زیادہ عرصہ میں آزاد ہو گئے ہیں۔ لیکن ہندوؤں کے غلام ہزاروں سال کے گذرنے کے بعد آج بھی اچھوت اقوام کے نام سے ہندوؤں کے ظالمانہ دستور غلامی پر شہادت دے رہے ہیں انگلستان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس وقت وُہ ہندوستان کو آزادی دینے پر آمادہ ہوگا۔ اُسی وقت سے مسلمان آزاد ہوں گے۔ اور ان کا حق ہوگا۔ کہ وُہ یہ مطالبہ کریں۔ کہ یا تو ان کے حقوق کی نگرانی کی جائے۔ یا وُہ اپنی آزاد ہستی کے برقرار رکھنے کے لئے مجبور ہوں گے۔ کہ ہر ایک ایسے نئے نظام سے وابستہ ہونے سے انکار کر دیں۔ جو ان کی آزادی کو کچل دینے والا ہو۔ اور اپنے لئے خود کوئی ایسا نظام قائم کریں۔ جس کے ماتحت وُہ اپنی آزادی اور حریت قائم رکھ سکیں۔ مسلمان ایک خدا کا ماننے والا ہے۔ وُہ کبھی بھی اچھوت اقوام کا بہروپ بھرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ خواہ اس مصیبت سے بچنے کے لئے اس کو کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔

30

صفحہ ۵
۱۱ مئی ۳۰ء

ایک گناہِ عام

مولانا سید حبیب آف سیاست نے بے بنیاد اور سنی سنائی افواہوں کی تشہیر کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"غضب تو یہ ہے کہ بعض دوست عام آدمیوں سے بات سنکر اس کی آگے روایت کر دیتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے۔ کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ان کو خدا توفیق نہیں دیتا۔ کہ وہ بات کی تصدیق تو کرلیں۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ تو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ سنی ہوئی بات ہے۔ میں مسلمانوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یوں کسی کو بدنام کرنے میں بے احتیاطی سے شامل ہو جانا بھی گناہ ہے۔"

افسوس کہ اس گناہ کی بہت کم پرواہ کی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی اپنے دامن کو اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ تو ان لوگوں کو جو اس میں بُری طرح مبتلا ہوتے ہیں۔ باز رکھنے کی بہت کم کوشش کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ مسلمانوں کے اخلاق بہت گر رہے ہیں۔ متانت اور سنجیدگی ان سے علیحدہ ہو رہی ہے۔ اور وہ دوسروں کے نزدیک قابل مضحکہ بن رہے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ اس گناہ عام کو روکنے کے لئے پوری کوشش کی جائے۔

عورتوں کو مندروں کی نذر کرنے کی رسم

ہندو دھرم کی بہت سی نہایت ہی شرمناک رسوم کا برطانوی ہند میں تو قانوناً انسداد ہو چکا ہے۔ اور یہ گورنمنٹ برطانیہ کا ہندوؤں کے دھرم ہندوؤں کے تمدن اور ہندوؤں کی معاشرت پر اتنا بڑا احسان ہے جسے انہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ لیکن دیسی ریاستوں میں بعض پرانی رسوم ابھی تک پائی جاتی ہیں۔ چونکہ ریاستوں کی آبادی میں بھی بیداری پیدا ہو رہی ہے اور وہ ایسی رسوم کے نقصانات محسوس کرنے لگی ہے۔ اس لئے وہ ان کے خلاف آواز اٹھا رہی ہے۔ چنانچہ ریاست کوچین کے متعلق ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ کہ ریاست کی لیجسلیٹو کونسل کی ایک عورت ممبر یہ بل پیش کرنا چاہتی ہے "کہ عورتوں کو مندروں پر چڑھانے کی رسم ختم کی جائے۔ اور جو لوگ ایسا کریں۔ انہیں سزا دی جائے۔" (ملاپ ۲ مئی)

عورتوں کو مندروں پر چڑھانے کی رسم یہ ہوتی ہے۔ کہ بڑے بڑے گھرانوں کی کنواری لڑکیاں مندروں کے پجاریوں کے حوالہ کر دی جاتی ہیں۔ جو نہایت شرمناک زندگی بسر کرتی ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ نہایت ہی معیوب رسم ہے۔ خواہ اس کے ساتھ ہندوؤں کی کتنی ہی مذہبی روایات وابستہ ہوں۔ اسے جلد سے جلد بند کر دینا چاہیئے۔

ایک معزز ہندو کی راست گوئی

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ہندو قوم میں کثرت ایسے لوگوں کی ہے۔ جو اپنے ذاتی۔ اور فرقہ وارانہ مفاد کو ملکی اور قومی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑیگی۔ کہ بعض افراد ایسے بھی ہیں۔ جو دیانتداری اور صفائی سے حقیقت واصلیت کا اظہار کر دیتے ہیں۔

تصفیہ حقوق اور اقلیتوں کو مطمئن کرنے کا مسئلہ اس وقت ملک کی کامیابی کے لئے جو اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا۔ مگر ہندو تعصب اور خود غرضی کی وجہ سے اس نہایت ضروری امر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ان میں سے کسی کو اس کا احساس نہیں۔ غیر متعصب اور انصاف پسند ہندو بڑی سختی کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔

چنانچہ سر سپرو اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"اگر اس وقت کا جو اس وقت درجہ نو آبادیات حاصل کرنے کے لئے رائے عامہ کو منظم کرنے میں صرف کیا جا رہا ہے۔ عشر عشیر بھی اندرونی اختلافات کے دور کرنے میں صرف کیا جاتا۔ تو ہمارا معاملہ اتنا مستحکم اور قوی ہو جاتا۔ کہ انگلستان کے ترجمان کو اس سے بے اعتنائی برتنا ناممکن ہو جاتا۔ اس وقت لوگ ایک ایسی مصیبت کو دعوت دے رہے ہیں۔ جس کے تباہ کن اثرات سے نجات حاصل کرنے کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہوگی۔"

(انقلاب ۴ مئی)

افسوس کہ عام ہندوؤں کی ذہنیت راہ صواب سے اس قدر دور ہو چکی ہے۔ کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کے متعلق اپنے میں سے بھی کسی کا مشورہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ سر سپرو کو ہندو اخبار اس جرم میں برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ کہ انہوں نے مذکورہ بالا حقیقت کا اظہار کیوں کیا۔

بانیٔ عدم تشدد اور عورت کی بے عزتی

گاندھی جی نے کیپ او لیڈ میں یکم مئی کو تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "قبل اس کے کہ دیویوں پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ تم کٹ مرو۔"

(اکالی ۵ مئی)

ایک ایسا شخص جو اپنی تمام کامیابی کا راز عدم تشدد میں مضمر سمجھتا۔ اور اسے اپنے ایمان کا جزو قرار دیتا ہے۔ اگر "دیویوں پر ہاتھ" اٹھنے سے قبل ہندوستانیوں کو کٹ مرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ تو پھر اپنی معزز اور واجب الاحترام مستورات کی بے حرمتی اور بے عزتی کرنے والوں کو ایک ایسی جماعت کس نظر سے دیکھ سکتی ہے۔ جس کے مذہب نے عورت کی عزت و تکریم قائم کرنے کی تاکید کی ہو۔ ان حالات میں ہر شریف انسان احمدیوں کو ان فتنہ پرداز لوگوں کے خلاف اظہار غیظ وغضب میں حق بجانب قرار دیگا۔ جنہوں نے جھوٹے اور فرضی بہتان لگا کر جماعت احمدیہ کی نہایت معزز خواتین کی ہتک کی۔

جو بدطینت اور کور باطن محض احمدیوں کے زبانی احتجاج پر ہی واویلا کرنے کے عادی ہیں۔ انہیں چاہئے۔ ان واقعات پر پوری طرح غور کریں۔

کیا سیواجی رشی تھا؟

سیواجی کی تاریخی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کہ وہ ایک کامیاب ڈاکو تھا۔ اور اس کے کارنامے سوائے اس کے کوئی نہیں کہ اس نے اس وقت کی اسلامی حکومت کے خلاف سخت شورش کی مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم توڑے۔ اور ستم ڈھائے انہیں ہر ممکن طریق سے نقصان پہونچایا۔ اس کے علاوہ اس کی تمام عمر میں کوئی ایسا کام نہیں۔ جو ملکی لحاظ سے قابل قدر قرار دیا جاسکے اور اسی وجہ سے وہ ہندو جو اس کی ستم رانیوں کی کھلے بندوں مذمت نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ اسے ایک ہندو پر در شخص یقین کرتے ہیں۔ لیکن گاندھی جی نے جن کے متعلق یہ خیال کیا نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ اصلی واقعات سے ناآشنا ہونگے۔ سیواجی کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا ہے۔ وہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ انہوں نے اپنے ایک والنٹیر کے متعلق جو تاڑ کا درخت کاٹتے ہوئے ہلاک ہوا۔ اظہار رائے کرتے ہوئے فرمایا۔

"وہ شخص اپنے ملک کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوا ہے۔ کہ وہ شیواجی اور پرتاب اور دوسرے رشیوں کی طرح زندہ ہے۔ ہر ایک ماں اور بیوی کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے بیٹے اور خاوند کے لئے ایسی ہی موت کی آرزو کرے۔" (پرتاپ ۲۹ اپریل)

سیواجی کو رشیوں کی صف میں کھڑا کرنا گاندھی جی کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس سے مسلمانوں کو اندازہ لگا لینا چاہئے۔ جس قوم کے رشی ان کے آباؤ اجداد کے لئے اس درجہ خطرناک ثابت ہوئے۔ اس کے دوسرے لوگ ان کے لئے کیسے ثابت ہونگے۔

گاندھی جی کا شرابی بیٹا

گاندھی جی نے گرفتار ہونے سے قبل جو آخری تقریر کی اس میں شراب پینے والوں کو مخاطب کر کے [illegible]

"مجھے دھوکہ نہ دیجئے۔ اگر آپ شراب ترک کرنیکے ناقابل ہیں تو مجھے کھلم کھلا کہہ دیجئے۔ میں اس صورت میں بھی آپ کو مبارکباد دونگا۔ اپنا فرض دیانتداری سے اس امر کا اعتراف کیا کرتا ہے۔ کہ وہ شراب

مقدمہ بلوہ کی تیسری پیشی کی کارروائی

بقیہ شہادت استغاثہ اور بیانات ملزمین

بیان گواہ سردار نرندر سنگھ صاحب

میں یکم دسمبر ۱۹۲۹ء سے قادیان کے تھانہ کا انچارج ہوں۔ رپورٹ ابتدائی P.A میں نے مرتب کی تھی۔ رپورٹ عبدالرحمن P.W.1 کی رپورٹ پر ۲ بجے کے قریب مرتب کی تھی۔ اس پر میرے دستخط اور تاریخ موجود ہے۔ یہ بیان میں نے عبدالرحمن کو پڑھ کر سنایا تھا۔ اس نے درست تسلیم کیا تھا۔ اور اپنے دستخط کر دیئے تھے۔ عبدالرحمن کا جسم دیکھا تھا۔ نقشہ مضروبی مرتب کیا تھا ضربات تھیں۔ اگزیبٹ P.P میری قلمی ہے۔ یہ درست ہے۔ نقشہ مضروبی مرتب کرنے کے تفتیش میں نے کی۔ اور موقعہ کا معائنہ میں نے کیا۔ یہ نقشہ موقعہ کا P.C بغیر سکیل کے میں نے مرتب کیا تھا۔ موقعہ پر بنایا تھا۔ جو مواقعات اور اس میں دکھائی گئی ہیں۔ وہ درست ہیں۔ حاشیہ صفحہ کے جو نوٹ ہیں۔ وہ میرے قلمی ہیں۔ موقعہ نشاندہی جمن اور فیض اللہ گواہاں نے کی تھی۔ وقوعہ کے دن ۵ اور ۶ بجے کے درمیان۔ وہ مضروبی کی ہے۔ وہ گلی میں ہے۔ یہ مسجد کے گواہاں نے نشاندہی گلی میں کی تھی۔ جو مسجد کے پیچھے ہے یہ گلی ڈھلوان ہے۔ یہ گلی جنوب کو ڈھلوان ہے۔ چار کھڑکیاں میں نے مسجد میں نقشہ میں دکھائی ہیں۔ محراب کے جنوبی چار کھڑکیاں ہیں۔ جس کھڑکی سے ملزمان کا بتایا گیا ہے۔ وہ نقشہ میں نمبر ۲ دکھائی گئی ہے۔ گلی ملحقہ کھڑکی ہے۔ یہ کھڑکی گلی سے قریباً اونچی ہے۔ کھڑکی کے پاس جو آدمی کھڑا ہو۔ وہ گلی والے کو دیکھ سکتا ہے۔ ان میں کوئی لوہے کی سلاخ نہیں لگی ہوئی۔ جنوب کی طرف نقشہ میں نمبر ۶ ایک گلی ہے سے ملتی ہے۔ ایک دروازہ مسجد کے جنوب کی طرف ہے۔ یہ اس گلی میں کھلتا ہے۔ یہ نمبر ۵ دیا گیا ہے۔ یہ دروازہ مشرقی جنوبی کونے کے قریب ہے۔ اور دوسرا دروازہ جہاں تک خیال ہے۔ شمال دیوار میں ہے۔ اور شمالی جانب کے رستہ میں کھلتا ہے یہ بھی نقشہ میں نہیں دکھایا گیا۔ کھڑکی نمبر ۲ میں نے دیکھی تھی۔ باہر کی جانب گلی کی طرف تھوڑا سا پلستر گرا ہوا تھا۔ میں نے دیوار کے ساتھ اکھڑا ہوا دیکھا۔ نیچے پڑا ہوا نہیں دیکھا۔ وہ دیوار مسجد کی پکی دیوار ہے مجھے پختہ یاد نہیں۔ مگر پلستر کچھ اکھڑا ہوا تھا۔ نمبر ۲ کھڑکی اور نمبر ۳ گلی کے درمیان ۱½ فٹ کا فاصلہ ہے۔ یہ سفید زمین اونچی نیچی اور ڈھلوان ہے۔ جب ملاحظہ موقعہ کیا تھا عبدالرحمن تھانہ میں تھا۔ یہ موقعہ پر نہیں آیا۔ عبدالرحمن کو ملاحظہ ڈاکٹری کے لئے اسی شام کو بٹالہ بھیجدیا اور نقشہ مضروبی بھی ساتھ بھیجدیا۔ عبدالاحد ملزم سوا چار بجے تھانہ میں آئے تھے۔ انہوں نے یہ تحریر P.E اپنی قلمی پیش کی تھی۔ مولوی عبدالاحد کو میں نے دیکھا تھا۔ ایک ضرب بائیں رخسارہ پر خون آلود تھی۔ میں نے اس کا ایک نقشہ مضروبی P.F مرتب کیا تھا۔ مولوی عبدالاحد کا معائنہ ڈاکٹری نہیں ہوا۔ میں نے ان کو کہدیا تھا۔ اور کانسٹبل کو مقرر کردیا تھا۔ مگر کانسٹبل نے رپورٹ کی۔ کہ وہ جانے سے انکاری ہے۔ جیسا کہ منوہر لعل کانسٹبل کی رپورٹ ہے۔ P.F۔ قادیان میں احمدی صاحبان کی آبادی زیادہ ہے۔ جمن اور فیض اللہ کے بیانات اسی روز شام کو ساڑھے چار بجے قلمبند کئے تھے۔

جرح از مرزا عبدالحق صاحب وکیل

فیض اللہ اور جمن قریباً ساڑھے ۵ بجے تھانہ میں آئے تھے۔ دونوں اکٹھے آئے تھے۔ عبدالرحمن ابھی تھانہ میں تھا۔ عبدالرحمن کے سامنے ہی میں نے بیانات لکھے تھے۔ مہر دین آتشباز عبدالرحمن کے تھانہ آنے کے تھوڑی دیر بعد آیا تھا۔ یہ یاد نہیں۔ کہ عبدالرحمن کا بیان مہر دین کے آنے سے پہلے ہو گیا تھا۔ یا نہیں جمن اور فیض اللہ کو بلایا گیا تھا۔ یاد نہیں کس کانسٹبل کو بھیجا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ مہر دین آتشباز فضل کریم اور عبدالکریم۔ محمد زاہد اور عبدالرحمن اور فیض اللہ یہ ایک پارٹی کے آدمی ہیں۔ یہ پارٹی احمدیوں کے خلاف ہے۔ اور ان کے دشمن ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے گہرے تعلقات ہیں۔ مگر وہ احمدی جماعت کے مخالف ہیں۔ میں نے مہر دین کو دیکھا ہے۔ کہ مقدمہ کے دوران میں آتا رہا ہے اس مقدمہ کی مقررہ تاریخ پر ہے۔ میں نے چار ملزموں کی ضمانتیں ۳۰ مارچ کو لے لی تھیں۔ وزیر محمد کی ضمانت ۱۵ اپریل کو لی ہے۔ جس روز چالان کرنا تھا۔ میں نے شریف درزی کو بلا کر اس کا بیان نہیں لیا تھا۔ میں فیض اللہ کو دیکھتا رہا ہوں کہ وہ کارکنان مباہلہ کی رپورٹیں تھانہ میں لایا کرتا تھا جو فضل کریم۔ عبدالکریم اور محمد زاہد کی طرف سے لایا کرتا تھا۔ یہ تحریری رپورٹیں ہوتی تھیں مجھے معلوم نہیں۔ کہ جمن کی کوئی وجہ معاش ہے یا نہیں۔ میں نے کھڑکی کی اونچائی کی پیمائش نہیں کی۔ میں نے دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر دیکھا تھا۔ وہ جو نقشہ میں نقطہ دیا گیا ہے۔ وہ عورتوں کے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں مخصوص ہے۔ اور جو دروازہ میں نے جنوب کی طرف دکھایا ہے۔ وہ اس حصہ میں کھلتا ہے جہاں عورتیں نماز پڑھتی ہیں۔ جمعہ کے دن عورتیں ہمیشہ ہوتی ہیں۔ مجھے علم ہے کہ جمعہ کے دن اور جلسہ کے دن وہاں عورتیں جمع ہوتی ہیں۔

جمن وغیرہ کے بیانات لینے کے وقت ملزمان موجود نہیں تھے۔

مکرر جرح:۔ اس دن صرف چار ملزم آئے تھے باقی نہیں ملے تھے۔ عبدالاحد۔ ڈاکٹر حشمت اللہ اور چودھری محمد بوٹا اور عبداللہ خان پٹھان ملے تھے۔ باقی نہیں ملے۔

انسپکٹر پولیس ۶ بجے کے قریب آ گئے تھے۔ پھر تفتیش انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ مگر پھر تفتیش میں نے خود ختم کی تھی ۔۔۔ محمد انسپکٹر صاحب کے سامنے پیش ہوا تھا۔ گرفتار نہیں کیا۔ انسپکٹر صاحب نے ۱۵ اپریل سے پیشتر بلایا تھا۔

شہادت استغاثہ کے بعد ملزمین کے حسب ذیل بیانات ہوئے۔

بیان مولوی عبدالاحد صاحب

مولوی عبدالاحد ولد مولوی عبدالرحمن سواتی پٹھان عمر ۴۲ سال مدرس احمدیہ سکول قادیان

سوال نمبر ۱:۔ ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء کو ۲½ بجے کے قریب مسجد اقصیٰ کے پیچھے اس غرض کے لئے کہ عبدالرحمن گواہ پر حملہ کرو۔ اور مجمع خلاف قانون بنایا جواب نہیں۔

سوال نمبر ۲:۔ کیا تم نے دوسرے ملزمان کے بشمول عبدالرحمن کو نہیں مارا۔

جواب:۔ میں نے بشمول دیگر ملزمان عبدالرحمن کو نہیں مارا۔ ہاں میں نے اسی دن ۲۸ مارچ کو مسجد سے ملحقہ احاطہ میں مارا ہے۔ اسی دن ان کا پرچہ مباہلہ شائع ہوا تھا۔ اور وہ سخت اشتعال انگیز تھا۔ میں نے بھی اس کو پڑھا تھا۔ میری طبیعت میں سخت اشتعال پیدا ہوا۔ اس کے بعد میں مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آیا۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ کہ عبدالرحمن محراب کی کھڑکی کے پاس جہاں امام نے خطبہ کے بعد نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہونا تھا۔ کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا۔ اس سے پہلے یہ افواہ سنی تھی۔ کہ مباہلہ والے حضرت خلیفۃ المسیح کے خلاف شرارت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اس کے ہاتھ میں کوئی چیز دیکھی۔ وہ فتنہ کار ہنے والا ہے میں نے اس کو مشتبہ حالت میں دیکھ کر چھلانگ ماری۔ اور اس کو پکڑا۔ اس نے مجھ کو مارا۔ اور میں نے اس کو مارا۔ چونکہ وہ مداخلت بے جا کا مرتکب ہوا تھا۔ وہ بھی گرا۔ اور میں بھی گرا۔ وہاں اینٹیں پڑی تھیں ایک چھڑی میرے ہاتھ میں تھی جیسی استادوں کے پاس ہوتی ہے۔ میں اخبار فاروق میں ان کے خلاف مباہلہ پارٹی کے خلاف مضامین لکھتا رہا ہوں۔ اور مباحثات بھی کرتا رہا ہوں۔ ضرورت ہوئی۔ تو تحریری بیان دونگا۔

بیان مولوی محمد یار صاحب

مولوی محمد یار ولد چوہدری غلام حسین راجپوت بھٹی عمر ۔۔ سال پروفیسر احمدیہ کالج قادیان

سوال:- کیا تم ۲۸ر مارچ ۱۹۳۰ء کو دوسرے ملزموں کے ہمراہ ایک مجمع خلاف قانون میں مسجد اقصےٰ کے پیچھے ۲ بجے دن کے عبدالرحمٰن پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ اور اس کو مارا تھا۔

جواب۔ نہیں ؛

میں وقوعہ کی جگہ پر بھی موجود نہیں تھا۔ میں مباہلہ والوں سے مباحثات کرتا رہا ہوں۔ اور مضامین لکھے ہیں ؛

بیان ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب

ڈاکٹر حشمت اللہ ولد رحیم بخش خان قوم پٹھان عمر ۳۴ سال انچارج نور ہسپتال قادیان۔

بجواب سوال مذکور۔ مارنے میں شریک نہیں تھا۔ وجہ مخالفت۔ چونکہ حضرت صاحب کا فیملی ڈاکٹر ہوں۔ اسی وجہ سے مخالفت ہے۔ کھڑکی اتنی اونچی ہے۔ کہ میں کود ہی نہیں سکتا۔

بیان چودھری محمد بوٹا صاحب

چودھری بوٹا ولد بدرالدین قوم اعوان عمر ۳۰ سال پیشہ دوکانداری

عبدالرحمٰن کو میں نے نہیں مارا۔ شہادت کے خلاف ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ منشی فضل کریم وغیرہ نے احمدیہ سٹور کا روپیہ دینا تھا۔ اس کا مینجر میرا رشتہ دار چودھری غلام محمد بی۔ اے تھا۔ اس نے نالش کر کے فضل کریم وغیرہ پر ڈگری حاصل کی تھی۔ اور اسی سلسلہ میں وہ جماعت سے خارج کر دیئے گئے۔ اور اب تک روپیہ ان کے ذمہ ہے

بیان عبداللہ خانصاحب افغان

عبداللہ خان ولد عبدالغفار خان عمر چالیس سال دوکاندار قادیان

میں نہ شامل ہوا۔ اور نہ عبدالرحمٰن کو مارا۔ گواہی تمہارے خلاف کیوں دیتے ہیں؟۔ مجھ پر اس لئے الزام لگایا گیا۔ کہ میں پٹھان ہوں۔ اور پٹھانوں کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔

بیان میاں وزیر محمد صاحب

وزیر محمد ولد چودھری محمد بوٹا قوم جٹ عمر ۱۹ سال پیشہ دوکانداری قادیان ؛

کیا تم دوسروں کی شمولیت میں مجمع خلاف قانون میں ۲۸ر مارچ کو ۲ بجے شریک ہوئے۔ تاکہ عبدالرحمٰن پر حملہ کرو۔ اور مارو۔

جواب۔ مجمع خلاف قانون میں نہیں شامل ہوا۔

سوال۔ کیا تم نے مارا۔ جواب۔ ہاں میں نے مارا تھا۔ عبدالاحد اور عبدالرحمٰن باہم گتھم گتھا ہوئے ہوئے تھے میں مسجد میں تھا۔ آواز آئی۔ کہ مستریوں کے آدمی یعنی مباہلہ والے فساد کرنے آئے ہیں۔ اور یہ مسجد کی دیوار کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اس پر نیچے اترا۔ اور یہ دونو گتھم گتھا تھے۔ میں نے بھی ایک دو مکے مارے۔

بیان سید احمد صاحب

سید احمد ولد ڈاکٹر غلام غوث قوم سید عمر ۱۷ سال طالب علم جامعہ احمدیہ کالج قادیان

سوال کے جواب میں کہا۔ میں گھر سے جمعہ پڑھنے کے لئے بڑی مسجد میں گیا۔ خطبہ ہو رہا تھا۔ باہر سے شور سنا۔ کہ مباہلہ والے کچھ شرارت کرنے آئے ہیں۔ میں کھڑکی سے کودا۔ میں نے دیکھا۔ کہ مولوی عبدالاحد اور عبدالرحمٰن گتھم گتھا ہیں۔ میں نے بھی اس کو ایک دو مکے مارے۔ لاٹھی کی ضرب بالکل غلط ہے۔ جھوٹ ہے۔ دو تین مکے مارے۔ اوپر سے آواز آئی۔ کہ واپس آؤ۔ پھر میں واپس چلا گیا۔

ملزمین کے بیان کے بعد جناب مرزا عبدالحق صاحب نے بحث کی۔ جس پر عدالت نے چار اصحاب کو رہا کر دیا۔ اور تین پر فرد جرم لگا دیا ؛ اس مقدمہ میں مکرر جرح کے لئے ۱۹ر مئی تاریخ مقرر ہوئی ؛

قاضی محمد علی صاحب کا مقدمہ

محترم بھائی قاضی محمد علی صاحب کا مقدمہ مسٹر چاند نرائن مجسٹریٹ بٹالہ کی عدالت میں ۷ر مئی ۱۹۳۰ء پیش ہو کر ۱۶ر ۱۷ر مئی تاریخ پیشی مقرر ہوئی۔ جبکہ استغاثہ کی شہادت شروع ہوگی۔ سنا گیا ہے۔ تیس کے قریب گواہ پیش کئے جائینگے۔

نامہ نگار الفضل نے جب قاضی صاحب سے دریافت کیا۔ کہ جیل میں ان سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ تو قاضی صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔ افسران جیل میرے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کر رہے ہیں۔ اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہیں ؛

سبّاب المسلمین کا مقدمہ

انجمن سباب المسلمین کے جو ارکان پریذیڈنٹ صاحب جماعت احمدیہ بٹالہ کے مکان پر حملہ کرنیکی وجہ سے ماخوذ ہیں۔ انہیں سشن جج گورداسپور نے ضمانت پر رہا کر دیا۔ اور ساتھ ہی ہدایت کی۔ کہ کوئی جلوس وغیرہ نہ نکالا جائے وگرنہ ضمانتیں منسوخ کر دی جائینگی۔ ان کے مقدمہ کی سماعت گورداسپور میں ہوگی ؛

الفضل ہفتہ میں چار بار

احباب کرام کو معلوم ہے۔ کہ ان کی خدمت میں الفضل ۱۵ر اپریل سے ہفتہ میں چار بار حاضر ہو رہا ہے۔ اڑھائی سو روپے ماہوار تو ٹکٹوں کا خرچ ہی بڑھ گیا ہے۔ سردست ۲ ماہ کے مزید خرچ کا اندازہ کر کے یہ تجویز ہوا ہے کہ ۱۲ر فی خریدار مزید وصول کئے جائیں اس کے لئے الگ وی۔ پی کرنے سے تو بہت سا خرچ وغیرہ بڑھ جائیگا۔ اس لئے خریداران الفضل سے التجا ہے۔ کہ وہ اپنے ماہواری چندوں کے ساتھ دفتر محاسب میں یا بذریعہ منی آرڈر یا ٹکٹ براہ راست الفضل کو یہ رقم بھجوا دیں ورنہ جوں جوں ان کا پچھلا چندہ ختم ہوگا ہم حسب دستور ششماہی یا سالانہ وی۔ پی کرتے ہوئے یہ ۱۲ر بھی اس میں بڑھا لینگے۔ گو اس میں نقصان کا احتمال ہے ؛ (مینجر الفضل)

التماس صادق

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔ عاجز راقم اپنی صحت کے لئے دفتر کے کام سے رخصت پر ہے۔ اور اسی غرض سے شملہ جانے کا ارادہ ہے۔ امید کہ انشاء اللہ عید سے دوسرے روز بہمراہی اہلیہ یہ سفر اختیار کرونگا احباب سے درخواست ہے۔ کہ عاجز کی صحت کے لئے اور سفر کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں۔

جہاں تک حالت صحت اجازت دیتی ہے میں اپنے حالات اور واقعات کو قلم بند کر رہا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے ایام میں گذرے۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ ان حالات کو ایک کتابی صورت میں ترتیب دیکر شایع کیا جائے۔ اس واسطے احباب کرام سے گذارش ہے۔ کہ:۔

(۱) دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اس کام کی تکمیل کی توفیق دے۔ اور میرے لئے اور پڑھنے والوں کے لئے اس کی رضامندی کا باعث ہو

(۲) اگر کسی دوست کے پاس میرے ان ایام کے خطوط ہوں۔ جن میں قادیان کے حالات درج ہوں۔ تو وہ خطوط اصل یا نقل مجھے بھیجیں جو واپس کر دیئے جائینگے۔ خط و کتابت کے لئے پتہ:۔ معرفت پوسٹ ماسٹر شملہ ہوگا ؛

(خادم محمد صادق عفی عنہ)

جماعت احمدیہ بھاگلپور کا احتجاج

بذریعہ تار

ممبران احمدیہ ایسوسی ایشن بھاگلپور کا ایک جلسہ عام ۶ر ماہ حال کو منعقد ہوا۔ جس میں باتفاق رائے پاس کیا گیا۔ کہ ہم اخبار زمیندار اور مباہلہ کے ناپاک اور مفتریانہ حملوں کو جو وہ ہمارے روحانی پیشوا حضرت امام جماعت احمدیہ اور حضور کے خاندان کی مستورات کے متعلق کر رہے ہیں۔ انتہائی نفرت وحقارت سے دیکھتے اور اس پر دلی رنج کا اظہار کرتے ہیں

امریکہ میں دیسی لوگوں کا قبول اسلام

برادر مکرم یوسف خانصاحب امریکہ سے لکھتے ہیں پیٹر برگ میں کئی لیکچر ہوئے۔ اور دو صد سے ا[illegible] دیسی لوگ داخل اسلام ہوئے۔ انکی استقامت کے

صداقت مسیح موعودؑ اور صداقت خلافت ثانیہ کے متعلق رؤیا

مجھے یاد ہے۔ جب میں پہلے پہل قادیان میں گیا۔ تو بعض منافقین کی حرکات سے مجھے احمدیت کے متعلق شک گذرنے لگے۔ شاید ۱۲ء کا واقعہ ہے اسوقت میں نے خداوند کریم سے دعا کی۔ کہ مولا کریم مجھے معلوم نہیں کون حق پر ہے۔ آیا احمدی یا غیر احمدی میں تو صرف اپنے ماموں مولوی محمد ابوالحسن صاحب کے فرمانے پر بیعت کر چکا ہوں۔ تو خود میری راہ نمائی کر۔ یہ دعا میں مدت تک کرتا رہا۔ آخر ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں حضرت آدم اور اماں حوا کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا حضرت آدمؑ ایک چارپائی پر سوئے پڑے ہیں۔ اور اماں حوا زمین پر لیٹی ہیں۔ میں نے سمجھا۔ کہ دونوں نیند میں ہیں۔ اس لئے واپس ہونے لگا۔ اسوقت اماں حوا اُٹھیں۔ اور اٹھکر مجھے گلے لگالیا۔ اور فرمانے لگیں۔ بیٹا اسقدر میں بیمار رہی۔ مگر تو تیمارداری کے لئے نہ آیا۔ اس آواز پر حضرت آدمؑ بھی جاگ اُٹھے۔ اور مجھ سے ملے۔ اور جب میں نے حضرت آدم سے عرض کی۔ کہ اب میں واپس جاتا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ٹھیرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ میں نے کہا۔ حضور آپ سو جائیں مجھے دور جانا ہے۔ اور میں مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں رہتا ہوں۔ فرمایا میں بھی وہاں آتا ہوں۔ اور تمہاری چارپائی پر آکر سور ہونگا۔ پھر میرے ساتھ آئے۔ اور میں نے انکو اپنی جگہ بتائی۔ آپ وہیں لیٹ گئے۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح اول کو درس کے وقت تحریر کرکے دی۔ آپ نے اس پر تحریر فرمایا۔ یہ خواب بہت مبارک ہے۔ بہت مبارک ہے۔ بہت مبارک ہے۔ اس خواب کے بعد حضرت صاحب کے متعلق مجھے پورا یقین آگیا۔

اس کے بعد ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ مسیح موعودؑ تشریف لا رہے ہیں۔ میں جاکر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضور نے مجھے ایک لفافہ دیا۔ اور فرمایا۔ یہ ابوبکرؓ کو دیدو۔ اور ساتھ ہی یہ فرمایا۔ تم جانتے ہو۔ ابوبکر کون ہے۔ یا فرمایا۔ کہاں ہے۔ پھر فرمایا۔ وہ آرہے ہیں۔ میں نے دیکھا تو حضرت مولوی نورالدین صاحب کوئی ایک سو گز کے فاصلہ پر پیچھے سے آرہے ہیں۔

میں نے وہ لفافہ جاکر مولوی صاحب کو دیدیا۔ مولوی صاحب نے دیکھ کر فرمایا۔ یہ مسیح موعودؑ کا خط ہے۔ اور مولوی صاحب چل پڑے۔ لیکن وہ لوگ جو آپ کے ساتھ تھے۔ انکی حالت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ چاہتے ہیں۔ کہ یہ بھی بتایا جائے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کیا تحریر فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب انکے انتظار کو دیکھ کر ٹھیر گئے۔ اور فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "اتفاق سے ہو"۔

جب حضرت مولوی صاحب زیادہ بیمار ہوئے۔ تو میرے دل میں خیال آیا۔ خدا جانے مولوی صاحب کے بعد کون خلیفہ ہو۔ چونکہ حضرت مولوی صاحب اس عاجز پر ازحد مہربان تھے۔ اس لئے دل کو ہر وقت یہی خیال رہتا اور اسوقت قادیان کی جماعت میں مولوی صاحب کے بعد مولوی محمد علی کو ہم سب طالب علم بڑا جانتے تھے۔ لیکن خدا کی قدرت مجھے مولوی محمد علی سے اس زمانہ میں بھی بہت نفرت تھی۔

غرض جب حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب سخت بیمار ہوئے۔ تو ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک جلسہ ہے۔ اور میں وضو کر کے نماز کے لئے جا رہا ہوں۔ کہ حضرت مولوی صاحب آگے سے ملے۔ فرمایا۔ نماز پڑھی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور نماز کے لئے جا رہا ہوں۔ فرمایا۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں ساتھ ساتھ چل پڑا۔ ایک دو منزلہ پکے مکان کے پاس جاکر مولوی صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ جاؤ۔ اوپر حضرت میاں صاحب نماز پڑھا رہے ہیں۔ وہاں نماز پڑھو میں گیا۔ تو دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی جماعت کرا رہے ہیں۔ میں بھی شریک ہو گیا۔ الحمد للہ۔ یہ مولوی صاحب کی زندگی کی بات ہے۔

میرا خیال ہے۔ اگر اسی زمانہ سے منافقین کو انکے کیفر کردار تک پہنچا دیا جاتا۔ اور نرمی نہ کی جاتی۔ تو اس حد تک یہ لوگ شوخ نہ ہوتے ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے بہت نرمی سے کام لیا۔ لیکن اب انکے لئے نرمی مفید نہیں۔ بلکہ جب تک

حضور جماعت کو یہ حکم دیدیں۔ کہ ان کا خوب مقابلہ کرو۔ تب تک یہ درست نہیں ہونگے۔ کم سے کم انکے نام شائع کئے جائیں۔ تاکہ نووارد لوگ انکے فتنہ سے بچیں۔ اور پھر جو لوگ ان سے تعلق رکھتے ہیں۔ انکو کہا جائے۔ کہ ان شریروں سے تعلق

خبریں

—— حکومت سرحد کی طرف سے ہوائی جہازوں کے ذریعہ پشاور پر اشتہار پھینکے گئے۔ جن میں کانگریس کمیٹی اور نوجوان بھارت سبھا کو خلاف قانون جماعتیں قرار دیا گیا ہے۔ حکومت کا بیان ہے۔ کہ یہ جماعتیں حاجی صاحب ترنگ زئی کو آزاد قبائل کے ہمراہ پشاور پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہی تھیں۔

—— لاہور۔ ۶ رمئی۔ گاندھی جی کی گرفتاری پر بعض سکولوں اور کالجوں نے ہڑتال کی اور جلوس بنا کر تمام سکولوں کو بند کرانے کے لئے گئے جب یہ جلوس اسلامیہ کالج میں پہنچا۔ تو طلباء کالج نے گوبیک کانگریس کے نعرے لگائے۔ اور صاف کہدیا۔ تصفیہ حقوق سے قبل ہم تمہارے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے۔

—— دہلی۔ ۶ رمئی۔ سکرٹری مسلم فیڈریشن دہلی نے اخبارات کو اطلاع دی ہے۔ کہ گاندھی جی کی گرفتاری پر مسلمان دوکانداروں سے جبراً لوٹ مار کی دھمکی دیکر دوکانیں بند کرائی گئیں

—— دہلی۔ ۶ رمئی۔ گاندھی جی کی گرفتاری پر ہڑتال کے سلسلہ میں ایک ہجوم پولیس سٹیشن کے قریب جمع ہو گیا۔ جس نے منتشر ہونے سے انکار کر دیا۔ اور ڈپٹی کمشنر پر حملہ کیا۔ پولیس نے دس منٹ تک گولی چلائی۔ متعدد اشخاص شدید مجروح ہوئے۔ دہلی میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی ہے۔

—— کلکتہ۔ ۶ رمئی۔ ہوڑہ کے قریب ہجوم نے ریل کی آمد و رفت بند کرنے کی کوشش کی۔ اور پولیس پر اینٹوں کی بارش کی۔ پولیس نے گولی چلائی۔ بیندرہ اشخاص مجروح ہوئے۔

—— رنگون۔ ۵ رمئی۔ رات کو ایک شدید زلزلہ آیا۔ جھٹکا ڈیڑھ منٹ تک رہا۔ ڈیڑھ صد اشخاص زخمی ہوئے۔ جن میں سے چالیس ہلاک ہو چکے ہیں۔ ساٹھ عمارتیں مسمار ہو گئیں۔ کئی ایک کو نقصان پہنچا۔

—— نواساری۔ ۶ رمئی۔ عباس طیب جی نے گاندھی جی کے والنٹیروں کا چارج لے لیا ہے

—— پشاور۔ ۷ رمئی۔ انگریزی سیغر مٹر کو جی ہوستان پرسوں کابل روانہ ہو جائیگا۔

—— چٹاگانگ۔ آج صبح چٹاگانگ کے نزدیک دو باغی پکڑے گئے۔ اور چار مارے گئے۔ ایک کنسٹیبل اور چار دیہاتی زخمی ہوئے ایک دیہاتی مارا گیا۔

—— نام نہاد جمعیۃ العلماء نے اپنے اجلاس امروہہ میں پاس کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو مذہباً کانگریس میں شریک ہونا چاہیئے۔

—— جہلم۔ ۶ رمئی۔ ایک ہوائی جہاز شہر پر منڈلا رہا تھا۔ کہ آناً فاناً بجلی کے تاروں پر گر پڑا۔ تاریں ٹوٹ گئیں۔ جہاز گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ دو گورے جو اس میں سوار تھے۔ ہلاک ہو گئے۔

—— رنگون۔ ۶ رمئی۔ گذشتہ شب کے زلزلہ سے میونسپل اور سرکاری عمارتیں۔ بنک سینما سکول تباہ ہو گئے ہیں۔ مارکیٹ جل گئی۔ ایک بازار برباد ہو گیا۔ شہر کا ایک حصہ آتشزدگی سے ویران ہو گیا۔ جزیرہ تھانگوا میں دراڑیں آگئیں۔ جن کی وجہ سے جزیرہ کا جزیرہ ہی غائب ہو گیا۔ مشہور اور قدیم شوہادیو مندر مسمار ہو گیا۔ قریباً پانچ صد اشخاص ہلاک اور ایک سو زخمی ہوئے۔

—— شملہ۔ ۷ رمئی۔ آنریبل سر فضل حسین دہلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے ہیں۔

—— لاہور ۷ رمئی۔ مقدمہ سازش لاہور کے ملزمین کے لئے سرکاری خرچ پر وکیل مہیا کر دیئے گئے۔ جنہیں پچاس روپیہ یومیہ فیس دی جائے گی۔

—— دہلی۔ ۷ رمئی۔ ایسوشی ایٹڈ پریس کا تار مظہر ہے۔ کہ دہلی میں مسلمان بدامنی سے کامل طور پر علیحدہ رہے۔

—— لاہور ۷ رمئی۔ پنجاب کونسل میں سردار سکندر حیات خان کی جگہ پنجاب مسلم زمینداروں کے حلقہ سے میاں مشتاق احمد جو مظفر نگر ڈسٹرکٹ کے ایک بہت بڑے زمیندار ہیں۔ بلا مقابلہ منتخب ہو گئے۔ آپ کی عمر صرف ۲۷ برس ہے۔

—— راولپنڈی۔ ۵ رمئی کانگریس کمیٹی کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہو رہا تھا۔ کسی نے افواہ اُڑا دی۔ کہ گولی چلنے والی ہے۔ لوگ سر پہ پاؤں رکھکر بھاگے۔ اور جلسہ فی الفور منتشر ہو گیا۔